مہمان اداریہ۔ مولانا محمد منظور نعمانی

نقشِ آغاز

فسادات اور نسخۂ امن و سلامتی

مدیر الحق جناب مولانا سمیع الحق کے شریعت بل کو قومی اسمبلی سے منظور کرانے کے سلسلہ میں آل پارٹیز کانفرنس کے انعقاد، ممبران اسمبلی سے ملاقاتیں۔ مذہبی اور سیاسی رہنماؤں سے مشاورت، اور تحریک نفاذِ شریعت کے لیے مسلسل اسفار اور مصروفیتوں اور نائب مدیر مولانا عبدالقیوم حقانی کے سفرِ حج کے پیشِ نظر ادارتی تحریر نہ لکھی جا سکی۔ لہٰذا حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ کا عید الفطر کے موقعہ پر ایک اہم خطاب پیشِ خدمت ہے جو پاک و ہند کے مسلمانوں بالخصوص صوبہ سندھ کی خطرناک صورتِ حال کے پیشِ نظر اعمال و کردار کے احتساب اور مستقبل کے ٹھوس لائحہ کی انگیخت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ (ادارہ)

میرے بھائیو اور عزیزو! مجھے اس وقت بخار ہے۔ میں اس بخار ہی کی حالت میں آپ حضرات سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں جن کا میرے نزدیک حق تھا اگر میرے لئے ممکن ہوتا تو میں آپ میں سے ہر ایک کے گھر پہ جا کر آپ سے وہ باتیں کرتا۔ لیکن یہ میرے لئے ممکن نہیں۔ خاص کر اس حالت میں کہ میں چلنے پھرنے سے معذور ہوں۔ اس لئے آپ حضرات سے عرض کرتا ہوں کہ آپ میں سے ہر بھائی میری بات اس طرح سنیں کہ گویا یہ بات میں خاص انہیں سے کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے دین کی صحیح اور ضروری باتیں کہنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کو ان کے قبول کرنے کی توفیق دے۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ ہم آپ سب مسلمان ہیں۔ اور اسلام ہی کے تعلق سے نماز ادا کرنے کے لئے اس وقت اللہ کے اس گھر میں جمع ہوئے ہیں۔ آپ سب بھائی اتنی بات ضرور جانتے ہیں کہ اسلام کسی ذات برادری کا نام نہیں ہے۔ جیسے سید یا شیخ یا پٹھان ہونا کہ سید کے گھر میں پیدا ہونے والا بچہ آپ سے آپ سید یا شیخ یا پٹھان ہو جاتا ہے۔ یا ہندوؤں میں برہمن کے گھر میں پیدا ہونے والا بچہ آپ سے آپ برہمن ہوتا ہے۔ اس بچہ کو سید یا شیخ یا پٹھان یا برہمن ہونے کے لئے کچھ نہیں کرنا پڑتا۔ تو میرے بھائیو! اسلام اس طرح کی کسی ذات برادری کا نام نہیں ہے جیسے سید یا شیخ یا پٹھان ہونا، کہ مسلمان کے گھر پیدا ہونے والا بچہ آپ سے آپ مسلمان ہو۔ یا جس کا نام مسلمانوں کا سا ہو

وہ مسلمان ہی ہو۔ بلکہ اسلام اپنی ذات اور اپنے طرزِ زندگی کے بارے میں بہت بڑے فیصلے اور ایک اہم عہد کا نام ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ آدمی کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر اور دل و زبان سے اس کو قبول کر کے مسلمان ہوتا ہے۔ یہ کلمہ شریف جادو منتر کی طرح صرف الفاظ اور زبانی بول نہیں ہے بلکہ اس میں دو اصولی اور بنیادی باتوں کا عہد اور اقرار و اعلان ہے۔ کلمہ کے پہلے جز لا الہ الا اللہ میں اپنے اس عقیدے اور یقین کا اعلان ہے کہ میرا اور زمین و آسمان اور ساری کائنات کا معبود و مالک سب کا خالق اور پروردگار بس ایک اللہ ہے۔ سب کی موت و حیات، بیماری اور تندرستی اور سب کچھ صرف اسی کے اختیار میں ہے۔ جو کچھ ہوتا ہے اسی کے حکم سے ہوتا ہے۔ اس کے سوا کسی کے اختیار میں کچھ نہیں۔ وہی اور صرف وہی حاجت روا اور مشکل کشا ہے۔ حضرات انبیاء علیہ السلام بھی اسی کے پیدا کئے ہوئے اس کے بندے ہیں۔ اور بندگی میں دوسرے سب بندوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اسی لئے ان کے درجے سب سے بلند ہیں ان سب نے یہی تعلیم دی ہے کہ "لا الہ الا اللہ"

کلمہ شریف کے دوسرے جز "محمد رسول اللہ" میں اس عقیدے اور دل کے اس یقین کا اعلان ہے کہ سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی اللہ وحدہ لاشریک کے بھیجے ہوئے رسول برحق ہیں۔ آپ جو ہدایت اور شریعت لے کر آئے وہ اللہ کی ہدایت اور شریعت ہے۔ آپ کی اطاعت اور فرماں برداری اللہ کی اطاعت اور فرماں برداری ہے۔ اور آپ کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔ اب نجات آپ ہی کی شریعت کے اتباع اور پیروی میں منحصر ہے اور دنیاوی زندگی بھی ہمارے لئے کامیاب ہونے کا، عافیت حاصل کرنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے زندگی کے ہر شعبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلنے کا۔

میرے بھائیو! ہم اپنے حالات کا تذکرہ اکثر کرتے ہیں لیکن اپنے اعمال کے تذکرہ سے ہمیں الجھن ہوتی ہے آیئے ذرا تھوڑی دیر کے لئے ہم اپنا جائزہ لیں۔ سب سے پہلے میں نماز کا تذکرہ کرتا ہوں۔ نماز کا کیا درجہ ہے اور اس کی کتنی اہمیت ہے۔ اس کا اندازہ اس سے کریئے کہ امت کے جلیل القدر مجتہد اور چار اماموں میں سے ایک حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی تحقیق یہ ہے کہ بلا عذر شرعی کے فرض نماز ادا نہ کرنے والا مرتد اور کافر ہے۔ اور اسی بنا پر وہ واجب القتل ہے۔ امت کے ایک دوسرے امام حضرت امام شافعیؒ اگرچہ امام احمد بن حنبلؒ کی طرح نماز نہ پڑھنے والے کو کافر و مرتد تو قرار نہیں دیتے لیکن وہ بھی یہ کہتے ہیں کہ وہ سزائے موت کا مستحق اور واجب القتل ہے۔ ان کے نزدیک نماز نہ پڑھنا اتنا بڑا گناہ ہے

جس کی سزا اس دنیا میں قتل ہی ہے۔ جیسے اگر کوئی شادی شدہ آدمی زنا کرے یا کوئی کسی کو عمداً قتل کر دے تو اس کی سزا قتل ہی ہے۔ اگرچہ اس گناہ پر اسے کافر و مرتد نہیں قرار دیا جا سکتا۔

ہمارے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ بغیر عذر شرعی نماز نہ پڑھنے والوں کی سزا یہ ہے کہ اسے اس وقت تک جیل میں ڈال دیا جائے جب تک وہ توبہ کر کے نماز شروع نہ کر دے یا جیل ہی میں حالت قید ہی میں وہ مرجائے۔ یوں کہیے کہ ان کے نزدیک نماز نہ پڑھنے کی سزا عمر قید ہے۔

امت کے ان جلیل القدر اماموں نے نماز کی اہمیت کے بارے میں جو یہ رائے قائم کی۔ وہ بلا شبہ قرآن و حدیث کے سینکڑوں دلائل کو سامنے رکھ کر کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ امت کو بتا گئے کہ کونسا عمل کتنی اہمیت کا حامل ہے۔ میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ نماز عملی کلمہ ہے۔ یعنی یہ کہ کلمہ طیبہ کے ذریعہ ایک انسان جس زندگی اور جس راستہ کو اپنانے کا اندرونی فیصلہ کرتا ہے نماز اس کا عملی پیکر اور ظاہری جامہ ہے۔ اس کے بغیر اسلام کا کم از کم ظاہری وجود تو ختم ہو ہی جاتا ہے۔

اب ذرا نظر ڈالئے مسلمان کہلانے والی قوم پر، اس کی کتنی تعداد ہے جو نماز کی پابندی کرتی ہے؟ ہر محلہ میں آپ کو اس کی پچاسوں مثالیں ملیں گی۔ کہ مسلمان کی دوکان یا مکان مسجد کے بالکل برابر میں ہے پانچوں وقت نماز کے لئے بلایا جاتا ہے۔ مسجد آنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ لیکن یہ اللہ کے بندے جن کے نام مسلمانوں کے سے ہیں ایک وقت بھی مسجد میں نہیں آتے۔ سوچئے کہ یہ کیسے مسلمان ہیں؟ کیا یہی وہ قوم ہے جو اللہ کی مدد کی مستحق ہے؟ اور جس کو فخر ہے اس بات پر کہ وہ "خیر امت" ہے۔

نماز کے بعد دین میں سب سے اہم اور بڑا درجہ زکوٰۃ کا ہے۔ قرآن مجید کی بعض آیتوں میں تو یہ اشارہ دیا گیا ہے کہ کفار و مشرکین کو اپنا دینی بھائی اس وقت سمجھا جائے جب وہ کفر کی راہ چھوڑ کر اسلام کی راہ اختیار کر لیں۔ اور نماز قائم کرنے لگیں، اور زکوٰۃ بھی ادا کرنے لگیں۔

آپ میں سے بہت سوں کو معلوم ہو گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عرب کے بعض ایسے قبیلوں نے جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور ان کی صحیح تعلیم و تربیت بھی ابھی نہیں ہو پائی تھی۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف جہاد کا فیصلہ کیا اور تمام صحابہ کرام نے ان کے اس فیصلہ سے اتفاق کیا تھا۔

خدا کے لئے سوچئے کہ آج مسلمان کہلانے والوں میں کتنے فیصد ہیں جو ہر سال اپنی دولت اور سرمایہ کا حساب لگا کر زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے والوں کا تناسب نماز پڑھنے والوں کے تناسب سے بھی کم ہے۔ ہزاروں لوگ تو ایسے ملیں گے جنہوں نے سوچا ہی نہ ہو گا کہ ان پر زکوٰۃ فرض ہے۔ حالانکہ سالہا

سال پہلے ان پر زکوٰۃ فرض ہو چکی ہے۔

اسی طرح سے کتنے فیصد مسلمان ہیں جو ان گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں جن کو اللہ نے سخت درجہ کا حرام قرار دیا ہے۔ زنا حرام ہے۔ کسی پر ظلم کرنا حرام ہے۔ اس میں مسلمان کی قید نہیں غیر مسلم پر بھی ظلم کرنا حرام ہے۔ شراب حرام ہے۔ پہلے زمانہ میں شراب کو ام الخبائث کہا جاتا تھا۔ کہ اس کی وجہ سے آدمی بہت سے دوسرے گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارے اس زمانہ میں سینما ام الخبائث ہے۔ سوچئے آج کتنے مسلمان ہیں جو ان گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں کفر کا فتویٰ نہیں دیتا لیکن اللہ کے اس گھر میں آپ سب لوگوں کے سامنے کہتا ہوں اور اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ ایسے لوگ قرآن کی زبان میں مومن نہیں ہیں۔ قرآن کی زبان میں مومن وہ لوگ ہیں جن کا اللہ و رسول اور آخرت پر ایمان ہو۔ اور ان کی زندگی ایمان والی ہو۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان سے کوئی گناہ نہ ہوتا ہو۔ گناہوں سے معصوم صرف اللہ کے پیغمبر اور اللہ کے فرشتے ہیں۔ ایمان والوں سے بھی گناہ ہو جاتا ہے لیکن گناہ کے بعد انہیں اس کا احساس ہو جاتا ہے کہ ہم سے اللہ کی نافرمانی ہوئی تو وہ اللہ سے معافی مانگتے ہیں اس کے حضور میں توبہ کرتے ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک آدمی کا اللہ پر اور آخرت پر پورا ایمان اور یقین ہو اور وہ بے فکری اور بے پرواہی کے ساتھ نماز روزے جیسے فرائض ترک کرتا رہے اور گناہوں میں مبتلا رہے۔

یاد رکھئے اللہ تعالیٰ کا ایک قانون ہے کہ جب کوئی امت جو کسی نبی پر ایمان لائی ہو وہ جب تک نبی کی لائی ہوئی ہدایت اور شریعت پر چلتی رہتی ہے دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی مدد اس کو حاصل رہتی ہے اس کی اصل جزا تو آخرت میں جنت میں ملے گی۔ جنت کے بارے میں قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے۔

ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ما تدعون۔

اور دوسری جگہ فرمایا گیا ہے۔ فیھا ما تشتھیہ الانفس وتلذ الاعین

اور اس کے برعکس اگر پیغمبر کو ماننے والی امت کبھی نافرمانی والی زندگی اختیار کرے۔ اللہ و رسول کے احکام کے بجائے اپنے نفس کی خواہشات پر چلنے لگے تو اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کو مدد سے محروم کر دیتا ہے اور اس پر بدترین اور خبیث ترین کافروں وظالموں کو مسلط کر دیتا ہے۔ آپ میں سے جو بھائی قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں وہ جا بجا اس میں بنی اسرائیل کا ذکر پڑھتے ہیں۔ یاد رکھئے قرآن تاریخ یا قصے کہانیوں کی کتاب نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا نازل فرمایا ہوا صحیفۂ ہدایت ہے اس میں اگلی امتوں کے جو واقعات بیان کئے گئے ہیں وہ اسی لئے بیان کئے گئے ہیں کہ ہم ان سے سبق لیں اور عبرت حاصل کریں۔

بنی اسرائیل اپنے زمانہ کے قریب قریب ایسے ہی مسلمان تھے جیسے ہم مسلمان ہیں بلکہ ایک بات میں

وہ ہم میں سے بھی ممتاز تھے وہ یہ کہ وہ سب انبیاء علیہ السلام کی نسبی اولاد تھے اور ایسا نہیں تھا کہ ان میں کوئی اللہ کا نیک بندہ نہ رہا ہو۔ لیکن قوم کی عام زندگی نافرمانی والی زندگی ہو گئی تھی۔ انہوں نے اپنے پیغمبر دین کے دین کا انکار نہیں کیا تھا۔ لیکن زندگی میں اللہ و رسول کی تابعداری کے بجائے نفس کی خواہشات کی پیروی کر رہے تھے۔ قرآن مجید میں پہلے ہی پارے الٓمٓ میں ان کا حال بیان کیا گیا ہے۔

واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل لا تعبدون الا اللہ و بالوالدین احسانا و ذی القربیٰ والیتمٰی والمساکین وقولوا للناس حسناً و اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ ثم تولیتم الا قلیلا منکم وانتم معرضون۔ واذ اخذنا میثاقکم لا تسفکون دماءکم و لا تخرجون فریقاً منکم من دیارھم تظٰھرون علیھم بالاثم والعدوان۔ وان یاتوکم اُسٰریٰ تفادوھم وھو محرم علیکم اخراجھم۔ افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض۔ فما جزاء من یفعل ذلک منکم الا خزیٌ فی الحیاۃ الدنیا و یوم القیٰمۃ یردون الی اشد العذاب۔ وما اللہ بغافلٍ عما تعملون ۝

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یاد دلایا ہے کہ ہم نے تم سے یہ عہد لیا تھا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرو گے۔ اور والدین، اہل قرابت اور یتیم بچے اور محتاجوں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور حسن سلوک کرو گے اور عام لوگوں سے بھی خوش خلقی سے پیش آؤ گے۔ اور نماز کی پابندی کرو گے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو گے۔ ہم نے تم سے یہ بھی عہد لیا تھا کہ باہمی خون ریزی اور آپس کی لڑائیاں ختم کرو گے۔ نہ ایک دوسرے کو گھر سے بے گھر کرو گے۔ لیکن تمہارا حال یہ ہے کہ سوائے معدودے چند کے تمہاری اکثریت اس عہد کی پابند نہ رہی بلکہ تم آپس میں ایک دوسرے کی جان لیتے ہو اور اپنوں کو بے گھر کرتے ہو۔ اور ان کے دشمنوں کی مدد کرتے ہو۔ حالانکہ دوسری طرف تمہارا رویہ یہ ہے کہ جب تمہاری ہی حرکتوں کے نتیجہ میں تمہارے وہ "اپنے" قیدی بن کر تمہارے پاس آتے ہیں تو کچھ خرچ کر کے ان کو رہا کرا لیتے ہو گویا تمہارا حال یہ ہے کہ کچھ حکموں پر تو ایمان رکھتے ہو، اور کچھ پر نہیں۔ تو تم میں سے جس کا طرز عمل یہ ہو اسے دنیاوی زندگی میں رسوائی کے سوا اور کیا جزا ملے گی اور قیامت کے دن بہت سخت عذاب میں ڈال دیا جائے گا۔

میرے بھائیو! ذرا غور کرو۔ خدا کے لئے سنجیدگی سے سوچو۔ کیا آج یہ آیات سو فیصد ہم مسلمانوں پر منطبق نہیں ہو رہی ہیں؟ کیا ہمارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے بنیادی احکام کے ساتھ وہی نہیں ہو گیا ہے جو بنی اسرائیل

کا ہوگیا تھا جس کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔

ثم تولیتم الا قلیلا منکم وانتم معرضون سوائے معدودے چند کے تمہاری غالب اکثریت ان احکام سے دور ہو چکی ہے۔ اور جس کے بارے میں نہایت بلیغ انداز میں فرمایا گیا ہے کہ تم ہماری کتاب ہدایت کے کچھ حصے پر تو ایمان رکھتے ہو۔ لیکن باقی کو تم نہیں مانتے۔ پھر کیا خدا کا یہ صاف اعلان ہمارے بارے میں نہیں ہے کہ تمہارے اس طرز عمل کا صلہ دنیا میں سخت ذلت و رسوائی اور آخرت کے شدید عذاب کے علاوہ کچھ اور بھی متوقع ہے؟

بنی اسرائیل کے ساتھ جن کو اللہ نے دنیا کی سب سے بہتر قوم قرار دیا تھا اور جن پر اللہ کی خاص نگاہِ کرم اور نظرِ انتخاب تھی۔ جب انہوں نے غفلت اور لاپرواہی اور دین سے عملی بے تعلقی اور آخرت فراموشی کا راستہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسے بدترین دشمنوں کو مسلط کر دیا جو بے رحم اور سنگ دل بھی تھے اور ملک و مال اور ہتھیاروں سے لیس بھی تھے۔ پھر ان دشمنوں نے ان کے ساتھ وہی کیا جو آج دنیا کی قومیں ہمارے ساتھ کر رہی ہیں۔ گھروں میں گھس گھس کر انہوں نے لوگوں کو مارا۔ بے دریغ خون بہایا۔ مال لوٹا۔ عزتیں لوٹیں۔ یہاں تک کہ ان کے مراکز عبادت میں جا گھسے۔ لوگوں کے منہ کالے کئے اور توراۃ کے نسخے جلا کر نیست و نابود کر دئے۔

میرے عزیز بھائیو! عید کے دن ان چیزوں کا تذکرہ کیسی عجیب سی بات ہے۔ لیکن بتاؤ کہ آج کے دن میں اپنے ان عزیز بھائیوں سے جو اتنی بڑی تعداد میں یہاں جمع ہیں اور کیا کہوں؟ کیا اس سے زیادہ ضروری اور کوئی بات ہو سکتی ہے۔

اگر بنی اسرائیل کے ساتھ یہ معاملہ ہوا تھا اور یقیناً ہوا تھا۔ اور ان کی زندگی میں کئی بار ہوا تھا ان کے اعمال میں بناؤ بگاڑ کے اعتبار سے جو تبدیلیاں آتی تھیں اسی اعتبار سے ان کے حالات میں بھی نشیب و فراز آتے تھے۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ اگر بنی اسرائیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ معاملہ ہوا تھا تو ہمارے ساتھ کیوں نہیں ہوگا؟ میرا خیال ہے کہ ہم اپنے ساتھ اللہ تعالیٰ کے خصوصی اور استثنائی معاملہ کی توقع رکھتے ہیں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا معاملہ اللہ کے حکموں کے ساتھ چاہے کچھ بھی ہو اللہ کا معاملہ ہمارے ساتھ اچھا ہی ہونا چاہئے اس لئے کہ ہم اس کے محبوب کی امت ہیں۔ خدا کی قسم یہ شیطانی فریب ہے۔

ابھی میرٹھ میں جو کچھ ہوا وہ بالکل تازہ بات ہے۔ وہاں سے ایسی دردناک خبریں آ رہی ہیں کہ اللہ کی پناہ جتنی تکلیف بھی وہاں کے حالات سن کر ہمیں ہو کم ہے۔ بلاشبہ ایسا ظلم ہوا ہے جس کی نظیر ملنی مشکل ہے لیکن میں اللہ کے گھر میں بیٹھ کر اور اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ یہ سارا ظلم ہمارے اس ظلم کے نتیجہ میں ہو رہا ہے جو ہم دنیا کے نشہ میں چور ہو کر اپنے آپ پر خود کر رہے ہیں۔

ہمارا حال یہ ہے کہ رمضان مبارک میں کھلم کھلا روزہ نہ رکھنے والوں کی تعداد اب تیزی سے بڑھ رہی ہے اور اب تو یہ بھی سننے میں آرہا ہے کہ رمضان کی راتیں فلموں کو دیکھنے میں گذاری جاتی ہیں۔ رمضان مبارک کے آخری جمعہ کے بارے میں لکھنؤ ہی کے بارے میں یہ بھی سنا کہ جمعہ کی نماز پڑھ کر جب نمازیوں کا ہجوم واپس ہوا تو راستہ میں لوگوں نے پانی اور شربت کی سبیلیں لگائی تھیں اور پلاؤ بٹ رہا تھا۔ اور بے شمار لوگوں کا ہجوم سڑک پر کھڑا پلاؤ کھا رہا تھا اور پانی پی رہا تھا اور یہ سبیلیں لگانے والے اور پانی و شربت پینے والے دونوں مسلمان ہی تھے۔ اب بتاؤ کہ کیا ہمارے یہ اعمال اللہ تعالیٰ کے غضب اور قہر کو دعوت دینے والے نہیں ہیں؟

پھر جن حالات ہم آجکل گھرے ہوئے ہیں ان حالات میں کتنی عقلمندی اور کتنی حکمت اور کتنی احتیاط سے جینے کی ضرورت ہے۔ اور اپنے جذبات پر کس قدر قابو رکھنے اور اللہ کے حکموں اور دین کے منشا پر چلنے کی کتنی سخت ضرورت ہے۔ میری زندگی جیسی بھی گذری ہے عام مسلمانوں کے ساتھ گذری ہے زندگی بھر اس کا احساس رہا کہ عام مسلمانوں کو خبر ہی نہیں ہے کہ ان حالات میں کس طرح جینا چاہئے۔ بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جنہوں نے شاید طے کر لیا ہے کہ وہ عقل کی بات نہیں سنیں گے۔ اللہ کی بات نہیں سنیں گے۔ اپنے دین کے مزاج کو سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کریں گے۔ یہ بعینہٖ وہی حالت ہے جو قرآن مجید نے برباد ہونے والی بعض گمراہ قوموں کی بیان فرمائی ہے کہ:۔

ان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلا وان یروا سبیل الغی یتخذوہ سبیلا

میرے دوستو! میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ ہم پر ظلم نہیں ہو رہا۔ ظلم ہو رہا ہے اور یقیناً ہو رہا ہے جو اس کا انکار کرتا ہے وہ حالات سے ناواقفیت کا ثبوت دیتا ہے۔ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ ظلم اس ظلم کے نتیجہ میں ہو رہا ہے جو ہم اپنے اوپر کر رہے ہیں۔ اگر ہم کسی اعتبار سے ظالم نہ ہوتے، صرف مظلوم ہی ہوتے تو اللہ کی مدد آچکی ہوتی اور ہم پر ظلم کرنے والوں پر اللہ کی پکڑ آگئی ہوتی۔ اور جب ظالموں پر اللہ کی پکڑ آجاتی ہے تو اسے دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔

ہمارے ظلموں کی فہرست بھی بہت طویل ہے ذرا کوئی ہماری شادیوں کی محفل کو دیکھے ہماری دوسری فضول تقریبات کو دیکھے اور ہماری فضول خرچیوں کو دیکھے۔ کیا اسے دیکھ کر اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ ایک ایسی قوم کے افراد کی تقریبات ہیں جو دنیا کو یہ سکھانے کے لئے بھیجی گئی تھی کہ ضروریات زندگی کو کتنی سادگی کے ساتھ پورا کیا جاتا ہے اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو زندگی کے بلند مقاصد اور انسانیت کی خدمت میں کس طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ بلاشبہ یہ بھی ہمارے اپنے اوپر ظلم کی ایک شکل ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور ظلم ہم اپنے اوپر یہ کر رہے ہیں کہ ہم جہاں رہتے ہیں وہاں کے لوگوں کو اپنا حریف اور دشمن سمجھ کر رہتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ ہم ان کو اللہ کا بندہ سمجھتے اور محبت وحکمت اور اخلاق کے ساتھ ان کو اللہ کی رحمت سے اور ہدایت سے اور جنت سے قریب کرنے کی کوشش کرتے اور ان کو اپنی دعوتی جدوجہد کا میدان بناتے۔ تاکہ ان میں جتنے سلیم الفطرت ہیں ان کو ہدایت مل جاتی۔ اور اللہ کی جو رو دین کی دعوت کے میدان میں قربانیاں دینے والوں کے ساتھ آتی ہیں وہ ہمارے ساتھ شامل ہو جاتی۔ بجائے اس کے ہم نے ان کو اپنا دشمن سمجھ لیا ہے۔

میرے بھائیو! یہ صحیح ہے کہ وہ ہمیں اپنا دشمن سمجھتے ہیں لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے بیا ہمارا حال یہی ہونا چاہیئے کہ ہم بھی سب کو دشمن اور حریف سمجھنے لگیں۔ اگر انبیاء علیہم السلام سب کو دشمن ہی سمجھ لیتے تو کام کیسے کرتے۔

بہر حال میرے دوستو! اللہ کے یہاں اندھیر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہے وہ رحیم بھی ہے علیم بھی ہے اور حکیم بھی ہے اور عادل بھی ہے۔ یہ حالات ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس کی مرضی کے خلاف آ رہے ہوں۔ اسی کی مشیت سے آ رہے ہیں۔ اور یہ ہمارے اعمال و اخلاق اور ہماری بے عقلیوں اور حماقتوں کے نتیجہ میں آ رہے ہیں۔

اب سے قریباً ڈھائی تین سو سال پہلے مغلیہ سلطنت کے آخری دور میں جب نادر شاہ نے دہلی کو تاراج و برباد کیا لوٹا اور وہاں کے بے گناہ باشندوں کا قتل عام کیا تو لوگوں نے اس وقت کے عارف باللہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت! یہ کیا ہو رہا ہے اور کیوں ہو رہا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ:۔

"شامتِ اعمالِ ما صورتِ نادر گرفت"

یعنی ہماری بداعمالیاں ہیں جو نادر کی شکل میں عذاب بن کر آ گئی ہیں۔

میں ایک سیاہ کار گناہ گار بندہ ہوں مجھے کوچہ معرفت کی ہوا بھی نہیں لگی۔ لیکن قرآن وحدیث کی روشنی میں یقین ہے کہ آج ہم مسلمانوں پر جو مصیبتیں جہاں بھی آ رہی ہیں وہ ہماری ہی بداعمالیوں اور نافرمانیوں کے نتائج ہیں۔ اسی حقیقت کو قرآن مجید میں جا بجا ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے:۔

وما ظلمنٰھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون۔

ایک حدیث قدسی کے الفاظ ہیں:۔ انما ھی اعمالکم احصیھا لکُم۔

میرے بھائیو! عزیزو!! ہم مسلمانوں کے لئے جو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب پاک قرآن مجید پر ایمان لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ اگر ہم زندگی میں اللہ و رسول کی وفاداری اور فرماں برداری کا راستہ

اختیار کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی خاص نظر عنایت اور نصرت ہم کو حاصل ہوگی۔ اور پھر ہم پر اس طرح کے مظالم نہ ہوں گے جس طرح آج ہو رہے ہیں۔ جن کی خون کے آنسو رلانے والی خبریں ہم اخباروں میں پڑھتے رہتے ہیں۔

قرآن پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

ان ينصركم الله فلا غالب لكم وان يخذلكم فمن ذالذي ينصركم من بعده

یہ خدا ئی دستور و منشور کا واضح اعلان ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ اگر اللہ کی نصرت اور مدد تم کو حاصل ہو تو دنیا کی کوئی طاقت تم پر غالب نہیں آسکتی اور (اگر تمہاری بداعمالیوں اور نافرمانیوں کی وجہ سے) اللہ تم کو اپنی نصرت اور مدد سے محروم کر دینے کا فیصلہ فرمائے تو پھر کوئی دوسرا نہیں ہے جو تمہاری مدد کر سکے اور ظالم دشمنوں کے ظلم و ستم سے تم کو بچا سکے۔

بدقسمتی سے اس وقت صورت حال یہ ہے کہ جن مشکلات میں مسلمان مبتلا ہیں ان سے نجات پانے کے لئے ان کے ناخدا شناس اور دین سے بے بہرہ قائد و رہنما ان قوموں کے طور طریقوں سے رہنمائی حاصل کرنا چاہتے ہیں جو ایمان سے محروم ہیں جن کا خدا رسول سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ قرآن مجید جو قیامت تک کے لئے صحیفۂ ہدایت ہے اس سے ہدایت اور رہنمائی حاصل کرنے کا ان کو خیال بھی نہیں آتا۔ یہ ہماری بدقسمتی کی انتہا ہے اور ہماری یہ حالت ہم کو اللہ تعالیٰ کی مدد سے اور زیادہ محروم کرنے والی ہے۔ خدا کے لئے اس طریقہ کو بدلئے ورنہ حالات بد سے بدتر ہوتے رہیں گے۔

میرے بھائیو، عزیزو! اس وقت ہمارے لئے مشکلات سے نجات پانے کا کوئی راستہ رجوع الی اللہ کے سوا نہیں ہے۔ میں اللہ کے اس گھر میں اللہ اور اس کے فرشتوں کو گواہ بنا کے آپ حضرات کو صفائی کے ساتھ بتا دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ دین سے بے تعلقی اور اللہ و رسول کی نافرمانی کے ساتھ کوئی تدبیر، کوئی مظاہرہ، کوئی بند ہم کو ان مظالم اور مشکلات سے نجات نہیں دلا سکتا۔ میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان مظالم سے حفاظت اور بچاؤ کے لئے کوئی تدبیر نہ کی جائے۔

سن لیجئے ہر جائز تدبیر فرض ہے۔ لیکن وہ جب ہی کامیاب ہوگی جب اللہ کی مدد ہم کو حاصل ہوگی اور اس کی شرط رجوع الی اللہ اور اللہ و رسول کے ساتھ وفاداری و فرماں برداری کا صحیح تعلق ہے۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ وہی سب سے زیادہ کامیاب ہونے والی تدبیر بھی ہے۔ میں قرآن و حدیث کی روشنی میں اور اپنے ذاتی تجربوں کی بنا پر قسم کھا کے کہہ سکتا ہوں کہ اگر مسلمان کہلانے والوں کی عام زندگی اللہ و رسول کی فرماں برداری والی اور دین کی دعوت والی زندگی ہو جائے تو آج جو ان کے دشمن ہیں وہ ان کو سروں پر بٹھائیں گے۔ اپنی حاجتوں میں دعائیں کرانے کے لئے ان کے پاس آیا کریں گے۔ ہم نے اپنے پر سب سے بڑا ظلم یہ کیا ہے کہ دنیا کے لئے امت

دعوت اور امت ہدایت کے بجائے اپنے کو دنیا کی قوموں کی ایک حریف قوم کی حیثیت سے پیش کر دیا ہے ہمارے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے ہمارے اسی جرم عظیم کی سزا ہے۔

اس موقع پر ایک بات اور صفائی کے ساتھ کہنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کبھی کبھی سننے میں آیا ہے کہ فلاں شہر کے فلاں محلہ میں ہندوؤں نے مسلمانوں پر مظالم کئے۔ تو مسلمانوں نے فلاں محلہ میں ہندوؤں پر دھاوا بول دیا صاف سن لو اللہ اور رسول کے دین اسلام میں یہ ظلم ہے۔ حرام ہے۔ قطعاً حرام ہے بے گناہوں سے بدلہ لینا ان پر ظلم کرنا دنیا اور آخرت میں ناقابل معافی جرم اور گناہ ہے۔

یہ بات قرآن پاک کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے۔ جو لوگ اسلام کے نام پر ایسا کرتے ہیں وہ ان بے گناہ غیر مسلموں کے علاوہ اسلام پر بھی ظلم کرتے ہیں۔ اور خدا کے عذاب اور غضب کو دعوت دیتے ہیں۔

اے اللہ تو گواہ رہ۔ مجھ گناہ گار بندے نے موجودہ حالات میں جو کچھ کہنا حق اور اپنا فرض سمجھا تیری ہی توفیق سے کہہ دیا۔ ان بھائیوں نے سن لیا۔ ان کے دلوں میں اتار دینا اور ان کو اور خود مجھ کو بھی عمل کی توفیق دینا تیرے اختیار میں ہے۔ اے اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرما۔ اور میرے اس کہنے کو قبول فرمالے۔

میرے بھائیو، عزیزو! اب میں بات کو ختم کرتا ہوں۔ اب ہم آپ سب اپنے دلوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کریں۔ ایمانی عہد کی تجدید کریں۔ نماز روزہ، زکوٰۃ وغیرہ فرائض اور حقوق العباد کی اہتمام سے ادائیگی کا عہد کریں۔ گناہوں سے توبہ کریں اور معافی مانگیں۔ دنیا اور آخرت کی خیر و فلاح اور ہر طرح کے شرور سے اللہ کی پناہ مانگیں۔

سبحانک اللھم وبحمدک نشھد ان لا الہ الا انت
نستغفرک ونتوب الیک۔ ربنا ظلمنا انفسنا وان لم
تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخسرین۔ ربنا امنا فاغفرلنا
وارحمنا وانت خیر الرحمین

اس کے بعد ایمانی عہد کی اجتماعی تجدید اور اجتماعی توبہ و استغفار اور طویل و جامع دعا پر خطاب ختم ہوا۔